# تعفن زدہ اشرافیائی جمہوریت

## تحریر: سہیل احمد لون

جمہوریت کا لفظ وطن عزیز میں اتنا مقبول ہو چکا ہے کہ اس کی گردان ہر وقت کسی نہ کسی جگہ ضرور ہو رہی ہوتی ہے۔ جتنا ورد جمہوریت کا کیا جا رہا ہے اتنا استغفار کیا جائے تو شاید خدائی مدد سے ہم کرونا وائرس اور معاشی بحران سے نکل جائیں جس میں اشرافیائی جمہوریت بری طرح پھنسی چکی ہے۔ ویسے عوام تو سدا بہار بحرانوں کی دلدل میں دھنسے رہے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سیاسی بحران صرف کرسی بچانے اور کرسی گرانے کی وجہ سے آتا ہے نا کہ جمہور کے بنیادی حقوق کی پاسداری کے لیے۔ وطن عزیز میں جہاں ماں کی مامتا کے علاوہ ہر شے ملاوٹ شدہ ہے وہاں خالص جمہوریت کہاں سے آ سکتی ہے؟ ہم اس وقت تک کسی چیز کو اصل یا ملاوٹ شدہ نہیں کہہ سکتے جب تک اصل سے واقفیت نہ ہو۔ جس جمہور نے آج تک اصل جمہوریت نہ دیکھی ہو اُسے نقلی، جعلی، دھاندلی زدہ یا ملاوٹ شدہ جمہوریت بھی شاید اس وجہ سے اچھی لگتی ہو کہ ان کے پاس موازنہ کرنے کے لیے آمریت کے سوا کچھ نہیں، ویسے سچ تو یہ بھی ہے کہ ہمیں آج تک حقیقی آمریت بھی نصیب نہ ہو سکی۔ جمہوریت کا مطلب عوامی خواہشات کی حکمرانی ہوتا ہے جو عوام کی ہو، عوام سے ہو اور عوام کے لیے ہو۔ انتخابات سے قبل جمہور سے بلند و بالا دعوے کیے جاتے ہیں۔ تحریک انصاف نے انتخابی مہم کے دوران ملک میں یکساں تعلیمی نصاب اور تعلیمی نظام، سستا اور فوری انصاف، دو نہیں ایک پاکستان یعنی امیر غریب کے لیے قانون و انصاف ایک جیسا، ایک کروڑ نوکریاں اور پچاس لاکھ گھر، جنوبی پنجاب کا الگ صوبہ، سابقہ ادوار میں لوٹی گئی قومی دولت ملکی خزانے میں واپس لانے اور بلا امتیاز احتساب جیسے کئی وعدے کئے گئے جو تا حال روایتی سیاسی وعدے ہی ثابت ہوئے۔ ان سے قبل کی حکومت بھی چھ ماہ میں لوڈشیڈنگ ختم کرنے، پشاور سے کراچی تک بلٹ ٹرین چلانے، زرداری کو سڑکوں پر گھسیٹ کر لوٹی ہوئی دولت واپس لانے کے فلک شگاف نعرے جمہور کو بچہ جمورا بنانے کے لیے لگا چکی۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر آنے والا دور گزشتہ ادوار سے بدترین ہی نظر آیا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ تمام سیاسی جماعتیں ملک و قوم کے لیے نہیں صرف اپنے مفادات کے لیے اقتدار کے ایوانوں میں آتے ہیں۔

اصلی جمہوریت عوام سے ہوتی ہے، کیا موجودہ سیاسی نظام میں ایک عام آدمی انتخابات میں حصہ لینے کی جرات کر سکتا ہے؟ سیاست ایک بزنس اور کھیل بن چکی ہے جس میں صرف پیسے والے ہی اپنا "کھیل" کھیل سکتے ہیں۔ جمہوریت عوام کی ہوتی ہے کیا ہمیں آج تک ایسی جمہوریت نصیب ہوئی جس عوامی پن جھلکتا ہو۔ اگر جمہوریت عوام کی ہے تو عوام کے ووٹ لیکر اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھنے والوں کو ان کے درمیان آنے سے خوف کیوں آتا ہے؟ کرونا وائرس جیسے عالمی وبائی مرض میں بھی ووٹ لینے والے اپنے حلقوں میں عوام کی مدد کے لیے نہ آئے اور نا ہی کوئی خاطر خواہ اقدام کئے۔ جمہوریت عوام کے لیے ہوتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ عوام دو وقت کی روٹی کو ترستی ہے اور حکمرانوں کے دستر خوان دیکھ کر مغلوں کا دستر خوان نامی کتاب یاد آ جاتی ہے۔ حکمران طبقے کی اپنی جائیدادیں، کاروبار اور بینک بیلنس ماشاء اللہ ہوتا جا رہا ہے تو عوام کی حالت انشاءاللہ۔ ہٹلر کے دیس جرمنی کے بیشتر علاقوں کو دوسری جنگ عظیم نے کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا تھا

مگر چار دہائیوں میں جرمنی کا شمار دنیا کی بہترین معیشت والے ممالک میں ہونے لگا،اسی طرح جاپان بھی جنگ عظیم میں جرمنی کی طرح تباہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو دنیا میں پر وقار مقام دلوانے میں کامیاب ہو گیا۔دراصل یہی انقلاب ہے جب کوئی قوم تباہ و برباد ہو کر از سر نو اپنے آپ کو مستحکم کرتی ہے۔یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک سر براہ مملکت دیانتدار اور اہل نہ ہو، جہاں قانون کی نظر میں سب برابر ہوں۔احتساب اور سزا کا عمل اگر صرف غریب عوام کے لیے ہو گا تو ملک کا حال وہی ہو گا جو اس وقت وطن عزیز کا ہے۔جرمنی میں دو بڑی سیاسی جماعتیں صرف ملکی مفادات کی خاطر مخلوط حکومت بنا کر اور کامیابی سے چلا کر بھی دکھا چکی ہیں۔ہمارے ہاں تمام سیاسی جماعتیں اپنا اقتدار بچانے اور کرپشن چھپانے کے لیے تو متحد ہو جاتی ہیں مگر جمہور کے لیے کبھی ایک پلیٹ فارم پر نظر نہیں آئیں۔کوئی بھی سیاسی جماعت کسی نہ کسی فرد کے نظریے کی آئینہ دار ہوتی ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ سیاسی جماعت اس فرد کی ذاتی ملکیت بن جائے جس میں صرف اس کی اپنی نسل ہی قابض ہو جائے۔حقیقی جمہوریت میں سیاسی جماعت کسی فرد یا خاندان کی ملکیت نہیں ہوتی۔ورنہ برطانیہ میں ٹوری، کنزرویٹو پارٹی اور لیبر پارٹی، جرمنی میں SPD اور CDU،امریکہ میں ڈیموکریٹک اور ری پبلکن پارٹی کے ناموں کے آگے اے، بی، سی...... جیسا لفظ بھی لکھا ہوتا جس سے اس کے بانی اور خاندان کا پتہ چلتا اور آج ان سیاسی جماعتوں کے سربراہان بھی اسی خاندان سے ہوتے۔ہماری سیاسی جماعتوں کے نام سے ہی آمریت کی جھلک نظر آتی ہے،تمام بڑی سیاسی جماعتوں کے خاندانوں نے پارٹی پر قبضہ کر رکھا ہے۔اس مقصد کے لیے ہم زرداری سے بھٹو بننے میں بھی دیر نہیں لگاتے۔مسلم لیگ نون کے نام سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ صرف میاں نواز کے گھر کی جماعت ہے اس میں کوئی چیمہ، چٹھہ، بٹ، کاہلوں یا ملک بطور ورکر تو شامل ہو سکتا ہے مگر پارٹی کی قیادت کے لیے میاں صاحبان کے گھر کا فرد ہونا لازمی ہے۔یہی حال دیگر بڑی سیاسی جماعتوں کا ہے۔حقیقی جمہوریت میں حکمران طبقہ عوام اور قانون کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے۔گورڈن براؤن کے منہ سے ایک بوڑھی خاتون کے لیے نکلا ہوا صرف ایک جملہ Bigoted Woman جو کسی صحافی کی ٹیپ میں ریکارڈ ہو گیا، گورڈن براؤن کے سیاسی زوال کا باعث بن گیا حالانکہ اس نے گھر جا کر خاتون سے معافی بھی مانگی مگر پھر بھی عوام نے اسے دوبارہ قبول نہیں کیا مگر ہمارے ہاں ایک صوبائی وزیر پریس کانفرنس کر کے پورے لاہور کو جاہل کہہ دیتی ہے مگر پھر بھی اقتدار کے جھولے پر جھولا جھولتی رہتی ہے۔جرمنی کے سابقہ صدر Christian Wulf اس لیے مستعفی ہو گئے کہ ان پر یہ الزام تھا کہ ان بیوی نے قرضہ لیکر مکان بنایا مگر انہوں نے اسے ظاہر نہیں کیا تھا مگر ہمارے ملک میں کرپشن کا الزام بھی سٹیٹس سمبل اور سیاسی نشان کے طور پر تصور کیا جاتا ہے۔جہاں حقیقی جمہوریت ہو وہاں واٹر گیٹ سکینڈل میں ملوث امریکی صدر کو بھی گھر بھیج دیا گیا۔جہاں قانون وانصاف کی بالا دستی بلا امتیاز ہو وہاں کوئی شخص بلی کو کوڑے والے ڈرم میں ڈالے تو اسے بھی سزا ہو جاتی ہے،سفید فام پولیس آفیسر سے ایک سیاہ فام کا ماروائے عدالت قتل ہو جاتا ہے تو امریکہ سمیت برطانیہ کینیڈا میں مظاہرے شروع ہو جاتے ہیں اور چند دنوں میں پولیس آفیسر کو سزا سنا دی جاتی ہے مگر جہاں قانون صرف غریب عوام کے لیے ہو وہاں کیمرے کی آنکھ کے سامنے 14 نہتے اور معصوم شہریوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے اور 90 کو زخمی کر دیا جائے مگر ورثاء کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ایف۔آئی۔آر درج کروا سکیں کیونکہ اس میں خادم اعلیٰ سمیت ایسے با اثر افراد کا نام شامل ہے جن کے نام پر ایف آئی آر درج کرنے سے جمہوریت ڈی ریل

ہونے کا خدشہ ہوتا ہے اور ایف آئی آر کٹوا کے لیے مارچ کرنا پڑتا ہے مگر طلسماتی عدالتی نظام میں اشرافیہ حسب روایت بچ جاتی ہے۔ انٹر نیٹ کے دور میں دنیا ایک چھوٹا سا گلوبل وولیج بن چکی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ ہم نے آج تک حقیقی جمہوریت نہیں دیکھی مگر اب جمہور کو جمہوریت کے نام پر زیادہ دیر بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ اب گھر بیٹھے کم از کم دیگر ممالک کی اصلی جمہوریت اور اس کے ثمرات دیکھ کر اسے تعفن زدہ اور جعلی جمہوریت سے موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کونسی جمہوریت ہے جس میں جمہور کے فرائض کا پلڑا تو بھرا ہوا ہے مگر اس کے حقوق کا پلڑا خالی ہے۔ یہ کونسی جمہوریت ہے جس میں آئین کی وہ شق تو بار بار سنائی جاتی ہیں جس سے اقتدار بچایا جا سکے مگر وہ شقیں جن میں جمہور کے بنیادی حقوق، انصاف، تحفظ، تعلیم، خوراک، رہائش، طبی سہولیات کا ذکر ہوا سے بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔


تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com


21-06-2020